جہانِ تازہ

ف ۔ ر ۔ ی

اندازے

اللہ تعالیٰ نے نظامِ کائنات کو اپنی توحید' وحدانیت اور الوہیت کے ثبوت کے لیے پیدا فرمایا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اللہ وحدہ لاشریک نے ہر انسان پر واضح کر دی ہے کیونکہ اللہ کریم نے نظامِ کائنات اور خود انسان کے وجود کو توحید کے دلائل سے بھر دیا ہے۔ ''وما یذکر الا اولو الالباب'' بعض اوقات انسان رفعت و بلندی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس وقت میں ہی سب سے بلند ہوں۔ ن اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ذات کے وجود کا احساس دلا دیتے ہیں۔

اب کچھ لوگ تو اللہ تعالیٰ کی ان آیات' دلائل اور نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کریم پر ایمان لے آتے ہیں اور راہِ ہدایت پہ گامزن ہو جاتے ہیں لیکن بعض اس قدر بدنصیب ہوتے ہیں کہ وہ دنیاوی لحاظ سے بلند مقام پر ''قابض'' ہو کر بھی ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو ہمہ قسم کے اختیارات سے مسلح کر کے بھی وہ بے یار و مددگار ہوتے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنی ذات کو حرف آخر اور اپنے فرمائے ہوئے کو مستند سمجھتے ہیں اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں کو چھو لیتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ کسی کا مشورہ سنتا ہے اور نہ اُس کی کوئی اہمیت جانتا ہے۔ جس کا عملی نمونہ اور مثال اس وقت پاکستان کی کرسی صدارت پہ ''قابض'' جناب ریٹائرڈ جنرل پرویز مشرف کی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں شاید اس سے زیادہ نامقبول لیڈر پاکستانی قوم کو دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو۔ لیکن جنرل صاحب فرماتے ہیں کہ میں خود اندازہ لگاؤں گا کہ عوام مجھے چاہتے ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں باقی سب رپورٹیں بیکار' فضول ہیں۔ کیونکہ اپنی مقبولیت کا اندازہ تو میں نے خود لگانا ہے۔ حالانکہ جنرل صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان سے

پہلے بھی ایک نے اندازہ لگایا تھا''انا خیر منہ '' کہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ جبکہ اس کا اندازہ بھی کسی دلیل پر تھا۔ اگرچہ وہ دلیل بھی غلط تھی اور اس کا اندازہ بھی۔ اس کے بعد پھر ایک نے اپنے اختیارات، حکومت اور قوم کی غلامی سے اندازہ لگا کر کہہ دیا''انا ربکم الاعلی ''اور ایک ہمارے جنرل صاحب ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ میں بہت مقبول ہوں اور اپنی مقبولیت کا اندازہ میں خود لگاؤں گا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

جنرل صاحب: جان لیجیے اندازے اپنے حقیقت نہیں ہوتے۔ حقیقت وہی ہوتی ہے جس کا اظہار قوم، عوام اور لوگ کریں۔ اس لیے جبل استقامت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ظالم اور جابر حکمرانوں کو للکارتے ہوئے فرمایا تھا''الفرق بیننا و بینھم یو م الجنائز '' کہ آج تم اقتدار و اختیار اور سرکاری طاقت کے نشے میں مدہوش احمد بن حنبل کو لاوارث، غیر مقبول اور بے یار و مددگار سمجھ کر ظلم کرتے ہو۔ یاد رکھو! مقبولیت کا علم تو مرنے کے بعد ہوگا اور ہمارے تمہارے جنازے فرق کریں گے کہ کس کی مقبولیت کتنے فیصد ہے۔ اور پھر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ امام صاحب کا جنازہ اٹھا تو لاکھوں آدمی ان کے جنازہ میں شریک ہوئے اور ان کے جنازے کا یہ منظر دیکھ کر ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ الفردوس۔

آج بھی یہ حقیقت کھلی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے کہ حکمرانوں کی موت پر کتنے لوگ آنسو بہاتے ہیں اور ان کے جنازوں کو کندھا دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کے جانشین کچی آبادیوں، گلی محلوں اور دیہاتوں میں گمنامی کی زندگی گزارنے والے لوگ جنازے کے دن کس قدر مقبول معلوم ہوتے ہیں۔ ابھی گزشتہ روز (۲۷ جنوری ۲۰۰۸ء) مدرسہ کلیہ دار القرآن جناح کالونی فیصل آباد کے نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ بڑے بڑوں کی رعونت پہ خاک ڈال رہا تھا۔

مولانا مرحوم تقریباً اڑتیس سال ایک چھوٹے سے گاؤں (چھوٹی اناسی ضلع فیصل آباد) کے ایک محلے کے چھوٹے سے مکان میں دین الٰہی کی خدمت کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔ جب ان کی وفات ہوتی ہے

اور محلے سے جنازہ اٹھتا ہے تو گاؤں کے ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ان کے لیے کلمہ خیر ہی ہے۔ ہر شخص ان کے جنازے کو کندھا دینا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ جب میت جنازہ گاہ میں پہنچتی ہے تو وہاں پہلے سے علماءٗ طلباء اور عوام کا جمِ غفیر ہے۔ جس میں ان کے اساتذہ‘ تلامذہ‘ رشتہ دار‘ محلے دار اور دینی بھائی موجود ہیں اور وہ اپنے اس مربی‘ مشفق و محسن کے لیے الوداعی دعا کر کے ان کا حق ادا کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ مرحوم کا جنازہ دیکھ کر مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا فرمان بار بار یاد آیا۔ اس لیے یقین جان لیجیے مقبولیت کا صحیح اندازہ اقتدار کی کرسی پہ نہیں جنازے کی چارپائی پر ہوتا ہے۔ **فافھم و تدبر**۔

اس مناسبت سے چند باتیں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

❀...... ان لیڈران کی خدمت میں...... جو قوم کے چندے یا ورکر کی قیمت پر عیش کرتے ہیں اور دیہاتوں کے علماءٗ خطباء کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (کہ مولانا مرحوم نے یہ محبتیں ایک دیہہ میں ۳۸ سال خطابت و امامت کر کے حاصل کیں۔)

❀...... ان خطباء کی خدمت میں...... جو اپنے معمولی مفادات اور دنیاوی منفعت کی خاطر آباد مسجدوں کو ویران کر کے کسی اور جگہ پر زیادہ تنخواہ کے چکر میں ساری زندگی ”مسافر“ رہتے ہیں۔ جماعتوں اور مساجد کی انتظامیہ کو بھی اپنے امام و خطیب کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ان کو ایسا سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے اور ان سے حتی الوسع مناسب تعاون کرنا چاہیے۔

اس موقعہ پر شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان نقل کیے دیتا ہوں جو علماءٗ خطباء اور مساجد و مدارس کی انتظامیہ دونوں کے لیے راہنما ہے۔ یہ واقعہ مجھے مولانا محمد رفیق سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ خطیب راہوالی نے سنایا کہ ایک دفعہ مرکزی مسجد چوک نیائیں گوجرانوالہ میں بہت بڑا اجتماع تھا۔ مسجد کے باہر بازار میں بھی لوگ موجود تھے۔ اس موقعہ پر حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”جب میں گوجرانوالہ میں آیا اُس وقت دو آدمی رفع الیدین کرتے تھے (یعنی اہل حدیث تھے) اب آپ گوجرانوالہ میں مسجد کے محراب سے جج کی کرسی تک دیکھیں تو آپ کو اہل حدیث نظر آئیں گے۔ وجہ کیا ہے......؟ اب تک نہ میری انتظامیہ نے یہ بات کہی ہے کہ خطیب اچھا نہیں اور نہ ہی میں نے یہ کہا ہے کہ میرا گزارہ نہیں ہوتا۔ مزید فرمایا

جگہ جگہ پھرنا نہ دین کی خدمت ہے نہ اپنی عزت۔"

عزیز قارئین! اس پر تو ایک لفظ کا تبصرہ کرنا بھی شاید مناسب نہیں۔ جس خوبصورت انداز میں مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے فریقین کو سمجھا دیا ہے' یہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ **اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ الفردوس۔**

......میں گزارش کرنا چاہوں گا ان طلباء کی خدمت میں...... جو مدارس کے نظام کا بہانہ کر کے دینی تعلیم سے بھاگتے ہیں۔ کہ دیکھ لیجیے جو عزت دینی تعلیم اور اسلام کی خدمت میں ہے' وہ ملک کے صدر اور وزیراعظم کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ آپ اپنے شوکت عزیز کو ہی دیکھ لیجیے کہ موت سے پہلے ہی کس قدر اجنبیت کا شکار ہو گیا ہے۔ اس لیے دین اسلام کی تعلیم حاصل کر کے پھر اپنی صلاحیتوں کو پورے خلوص کے ساتھ اسلام کی خدمت میں صرف کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں سرخرو فرما دے گا۔ کہ ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے ((**ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین**)) قرآن کریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو عزت دیتا ہے اور اس سے بے رغبتی کرنے کی وجہ سے کئی لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

......میں عرض کرنا چاہوں گا ان علماء کی خدمت میں...... جو دینی مدارس سے تعلیم حاصل کر کے دنیاداری میں "غرق" ہو جاتے ہیں اور دین کی خدمت نہیں کرتے کہ دیکھ لیجیے دنیادار لوگوں کے جنازوں میں وہ لوگ ہوتے ہیں' جن کی اکثریت کو طہارت و پاکیزگی کا بھی خیال نہیں ہوتا اور جنازے کی دعائیں اور طریقہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ جبکہ علماء کرام یا دین دار لوگوں کے جنازوں میں مشائخ' علماء' طلباء' دین دار' نمازی حضرات شریک ہوتے ہیں۔ جو جنازہ پڑھنا بھی جانتے ہیں اور دعائیں مانگنا بھی۔ اور وہ بھی آنسوؤں کی برسات میں۔ یہ شرف دین سے دور ہو کر تو حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ مومن' مسلمان' موحد' متبع' سنت فوت شدگان کی مغفرت فرمائے اور زندہ لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازے۔

اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان.

☆......☆......☆......☆......☆......☆